طبعِ اوّل: جُمادی الاُولیٰ 1440ھ/ جنوری 2019 ش

بچوں کی تربیت سے متعلق ایک اہم مسئلے سے آگاہی حاصل کرنے

کے لیے مطالعہ کیجیے:

بچوں کو مسجد لانے اور ان کی صف

بنانے سے متعلق احکام

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

بچوں کی تربیت کی ضرورت:

بچے کسی بھی معاشرے بلکہ ملک وملت کا مستقبل ہوا کرتے ہیں، انہی پر معاشرے اور ملک کے مستقبل کا دارومدار ہوا کرتا ہے، ان کی بہتر تعلیم وتربیت سے ایک بہترین اور مثالی معاشرہ وجود میں آتا ہے جبکہ ان کی تعلیم وتربیت سے غفلت کے نتیجے میں معاشرہ جہالت اور طرح طرح کی اخلاقی برائیوں کا شکار ہو کر تباہی کے دہانے پہ جا کھڑا ہوتا ہے، پھر ظاہر ہے کہ معاشرے کی اس زبوں حالی کے واحد ذمہ دار ہم خود ہی ہوتے ہیں۔

ہماری ذمہ داری:

اس نازک صورت حال میں تمام والدین، تعلیمی اداروں کے ذمہ داران، اساتذہ کرام اور معاشرے کے سنجیدہ افراد سے انتہائی دردمندانہ گزارش ہے کہ گھر سے لے کر بازار تک اور مسجد سے لے کر تعلیمی اداروں تک؛ ہر جگہ ان بچوں کے لیے بہترین تعلیم وتربیت اور اعلیٰ اخلاق پر مشتمل ایک مثالی ماحول فراہم کرنے کی انتہائی سنجیدہ کوشش کی جائے، اور ان کی بہترین اخلاقی تربیت کے لیے ترجیحی بنیادوں پر غور کیا جائے۔

بچوں کو مسجد لانے کی ضرورت اور اس کا شرعی حکم:

بچوں کے لیے جس طرح گھر، اسکول اور مدرسہ تربیت گاہ ہیں اسی طرح مسجد بھی بچوں کے لیے ایک بہترین تربیت گاہ ہے، جہاں بچوں کو تعلیم وتربیت کے بہترین مواقع میسر آسکتے ہیں، البتہ یہ بات واضح رہے کہ مسجد جہاں بچوں کی ایک تربیت گاہ ہے تو دوسری طرف مسجد ایک مقدس جگہ بھی ہے جس کی وجہ سے اس کے کچھ آداب بھی ہیں، اس لیے بچوں کو مسجد لانے کے معاملے میں دونوں پہلوؤں کو مدّ نظر رکھنا چاہیے تاکہ معاملہ حدود واعتدال میں رہے، اگر ان دونوں باتوں کو مد نظر نہ رکھا جائے تو اس سے کافی بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے جس سے شریعت کی خلاف ورزی بھی لازم آتی ہے، بچوں کی تربیت کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے۔ اور اسی بے اعتدالی اور شریعت سے بے خبری کا

نتیجہ ہے کہ بعض حضرات تو سِرے سے بچوں کے مسجد آنے کے حق میں ہی نہیں، چاہے وہ بچے کسی بھی عمر کے ہوں، جبکہ بعض دیگر حضرات تو ایسے بے شعور بچوں کو بھی مسجد لے آتے ہیں جن کی خود شریعت ہی اجازت نہیں دیتی، یہ دونوں طرزِ عمل واضح غلطی پر مبنی ہیں، اس لیے بچوں کو مسجد لانے سے متعلق شریعت کا حکم اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

عمر اور شعور کے اعتبار سے بچے دو طرح کے ہوتے ہیں:

- جو بچے اس قدر چھوٹے اور نا سمجھ ہوں کہ مسجد کے تقدس کو ذرا بھی نہیں سمجھتے یا پاکی ناپاکی کا شعور نہیں رکھتے حتی کہ ان کی وجہ سے مسجد کے ناپاک ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسے بچوں کو مسجد لانا ہی جائز نہیں، البتہ اگر مسجد کے ناپاک ہونے کا غالب اندیشہ نہ ہو اور ان کی وجہ سے مسجد کا تقدس بھی پامال نہ ہو اور نا ہی کسی کی عبادت میں خلل آئے تو ایسی صورت میں انہیں مسجد لانا درست ہے اگرچہ بہتر یہی ہے کہ بلا ضرورت انہیں مسجد نہ لایا جائے۔

(صحیح البخاری، حدیث: ۷۰۷ مع عمدۃ القاری، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دار العلوم زکریا)

- جو بچے پاکی ناپاکی کا شعور رکھتے ہوں اور مسجد میں شور شرابہ بھی نہ کرتے ہوں جو کہ تقریباً سات سال کی عمر میں اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں تو ایسے بچوں کو مسجد لانا بالکل جائز ہے، بلکہ ان کو مسجد لانا بھی چاہیے تاکہ انہیں نماز کی عادت پڑے۔

(رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دار العلوم زکریا)

سرپرست حضرات کی ذمہ داری:

بچوں کو مسجد لانے کے بعد ہر سرپرست کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کی نگرانی بھی کرے تاکہ بچے مزید سلیقہ مندی کا مظاہرہ کریں۔ بعض ایسے باشعور بچے ناواقفیت کی بنا پر ابتدا میں شور وشرارت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر ان کو سمجھا دیا جائے تو وہ سمجھ جاتے ہیں، اس لیے ساتھ ساتھ ان کو آدابِ مسجد سے بھی آگاہ کرتے رہنا چاہیے۔

بچوں کی صف سے متعلق احکام:

جہاں تک ایسے باشعور بچوں کی صف بنانے اور ان کو صف میں کھڑا کرنے کا مسئلہ ہے تو اس حوالے سے درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھا جائے:

- اگر بچے اِکاّدُکا ہی ہوں تو ان کو بڑوں ہی کی صف میں کھڑا کر دیا جائے، اس سے بڑوں کی نماز پر کچھ اثر نہیں پڑتا، اس حالت میں ان کے پیچھے کھڑے ہونے والے حضرات کی نماز بھی بالکل درست ہے۔ اور اس صورت میں ان کو پہلی صف میں کھڑا کرنا بھی درست ہے البتہ مناسب یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑا نہ کیا جائے کیوں کہ امام کے قریب اہلِ علم و فہم افراد کو کھڑا ہونا چاہیے۔
(ردالمحتار، البحرالرائق، فتاویٰ محمودیہ)
- اگر بچے متعدد ہوں تو ایسی صورت میں شریعت کا تقاضا بلکہ سنت بھی یہی ہے کہ ان کو بڑوں کی صفوں میں کھڑا نہ کیا جائے بلکہ ان کے لیے علیحدہ صف بنائی جائے، اور یہ صف بڑوں کی صفوں کے بعد بنائی جائے گی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ جماعت شروع ہونے تک بڑوں کی صفیں جہاں تک مکمل ہو جائیں اس کے متصل بعد ہی ان بچوں کی صف بنائی جائے، اس صورت میں اگر بڑوں کی صف میں جگہ موجود بھی ہو تب بھی بچوں کی صف علیحدہ ہی بنائی جائے، پھر بعد میں آنے والے مرد حضرات پہلے اگلی صف مکمل کریں، اگر اگلی صف مکمل کرنے کے لیے ان کو مجبوری میں بچوں کے آگے سے بھی گزرنا پڑے تو یہ بھی جائز ہے۔ پھر اس کے بعد بچوں کی صف میں اگر جگہ خالی ہو تو اس کو پُر کریں، پھر بچوں کی صف کے بعد صف بنائیں۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی بخوبی ذہن نشین کر لی جائے کہ بچوں کی صف کا پیچھے ہونا یہ اس وقت ہے جب جماعت شروع نہ ہوئی ہو، لیکن جب بچے مردوں کی صفوں کے بعد صف بنالیں اور نماز شروع ہو جائے تو ایسی صورت میں بعد میں آنے والے مرد حضرات بچوں کو پیچھے نہ کریں کیوں کہ وہ اپنے صحیح مقام پر کھڑے ہیں، اس صورت میں بڑے حضرات جب بچوں ہی کی صف میں کھڑے ہو جائیں یا وہاں جگہ نہ ہونے کی صورت میں بچوں کی صف کے بعد اپنی صف بنائیں تو اس سے ان کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ اگر بچے سلیقہ مند نہ ہوں اور ان کی علیحدہ

صف بنانے سے ان کے شور و شرارت یا لوگوں کی نماز خراب ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں ان کی علیحدہ صف نہ بنائی جائے بلکہ ان کو متفرق طور پر بڑوں ہی کی صفوں میں کھڑا کر دیا جائے۔

(رد المحتار مع تقریراتِ رافعی، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دار العلوم زکریا، فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

- صفوں کی یہ ترتیب اسی صورت میں بہتر انداز میں بن سکتی ہے جب جماعت شروع ہونے سے پہلے تمام صفوں کو سیدھا رکھنے کا اہتمام کیا جائے، اور بچوں کی صف کو مردوں کی صفوں کے بعد بنایا جائے۔ اس لیے امام صاحب کو چاہیے کہ وہ مسجد میں آنے والے بچوں کی صف بنانے اور ان کو مناسب مقام پر کھڑا کرنے کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔

اہم گزارش:

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق جو بچے پاکی ناپاکی اور مسجد کا شعور رکھتے ہوں ان کو مسجد لانے کا اہتمام بھی ہونا چاہیے، ان کی حوصلہ افزائی بھی ہونی چاہیے، ان کے لیے مسجد میں تربیت کے دلچسپ سلسلے بھی ہونے چاہییں، ان کو مسجد کے آداب اور صف بنانے کے طریقہ کار سے بھی آگاہ کرتے رہنا چاہیے، ساتھ ساتھ ان کی نگرانی بھی ہونی چاہیے، اس سے رفتہ رفتہ ان میں شعور اور بہتری آتی جائے گی اور ان کی اچھی تربیت ہو سکے گی۔

آجکل افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ متعدد حضرات بچوں کے مسجد آنے اور ان کے صف میں کھڑے ہونے سے متعلق نہایت ہی منفی ذہن رکھتے ہیں بلکہ بعض تو ذرا سی باتوں پر بچوں کو ڈانٹتے بلکہ بے دردی سے مارتے بھی ہیں اور صورتحال یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بچوں سے زیادہ ان حضرات کی وجہ سے مسجد کا تقدس پامال ہو رہا ہوتا ہے اور لوگوں کی عبادات میں خلل بھی آتا ہے، حالاں کہ اگر غور کیا جائے تو اگر کسی بچے نے مسجد میں شور یا شرارت کر بھی لی تو ظاہر ہے کہ اس کو تو گناہ نہیں ملے گا کیوں کہ وہ مکلّف نہیں بلکہ ان کو تو تربیت کی ضرورت ہے، لیکن جو حضرات ان کو اس طرح ڈانٹتے ہیں کہ ان کی آواز اور انداز کی وجہ سے مسجد کا تقدس پامال ہو رہا ہوتا ہے یا لوگوں کی عبادات میں خلل آ رہا ہوتا ہے تو ظاہر

ہے کہ یہ گناہ کی باتیں ہیں، جس کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے، بچوں کو شرارت وغیرہ سے منع کرنے کے لیے حکمت اور بصیرت کی ضرورت ہوا کرتی ہے، اسی حکمت وبصیرت کی کمی کا اثر ہے کہ بچے ہمارے منع کرنے کا باوجود بھی باز نہیں آتے، اس لیے بچوں کو ان عادات سے باز رکھنے اور ان کی تعلیم وتربیت کے لیے مستقل نظام ہونا چاہیے، جس کی وجہ سے بچے آہستہ آہستہ باشعور ہوتے جائیں گے، بہرحال ہمیں یہ تمام نامناسب رویے اور نظریے کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فقہی رسائل از استاد محترم حضرت اقدس مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم۔

تفصیلی عبارات:

- وفي صحيح البخاري:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي؛ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ».

(بَاب مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ، رقم الحديث: ٧٠٧)

- وفي فيض الباري شرح صحيح البخاري للإمام الكشميري:

قوله: (فأَسْمَعُ بكاء الصبيِّ)، يمكن أن يكون الصبيان في بيوتهنَّ ويَسْمَعْنَ بكاءهم من المسجد، أو يكونوا في المسجد مع أمهاتهم.

(بَاب مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ، رقم الحديث: ٧٠٧)

- وفي عمدة القاري شرح صحيح البخاري للإمام العيني:

استدل به بعضهم على جواز إدخال الصبي في المسجد، وقال بعضهم: فيه نظر؛ لاحتمال أن يكون الصبي كان مخلفا في بيت يقرب من المسجد، قلت: ليس

هذا موضع النظر؛ لأن الظاهر أن الصبي لا يفارق أمه غالبا.
(بَاب مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ، رقم الحديث: ٧٠٧)

- وفي فتح الباري شرح صحيح البخاري للإمام ابن حجر:

قال ابن رشيد: فهم منه البخاري أن النساء والصبيان الذين ناموا كانوا حضورا في المسجد، وليس الحديث صريحا في ذلك؛ إذ يحتمل أنهم ناموا في البيوت، لكن الصبيان جمع محلى باللام فيعم من كان منهم مع أمه أو غيرها في البيوت ومن كان مع أمه في المسجد، وقد أورد المصنف في الباب الذي يليه حديث أبي قتادة رفعه: «أني لأقوم إلى الصلاة» الحديث، وفيه: «فأسمع بكاء الصبي فأتجوز في صلاتي؛ كراهية أن أشق على أمه»، وقد قدمنا في شرحه في أبواب الجماعة أن الظاهر أن الصبي كان مع أمه في المسجد، وأن احتمال أنها كانت تركته نائما في بيتها وحضرت الصلاة فاستيقظ في غيبتها فبكى بعيد، لكن الظاهر الذي فهمه أن القضاء بالمرئى أولى من القضاء بالمقدر، انتهى.
(بَاب مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ، رقم الحديث: ٧٠٧)

- وفي الدر المختار:

ويحرم إدخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم، وإلا فيكره.
(كتاب الصلاة: باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

- وفي رد المحتار:

قوله (ويحرم الخ)؛ لما أخرجه المنذري مرفوعا: «جنبوا مساجدكم صبيانكم، ومجانينكم وبيعكم وشراءكم ورفع أصواتكم وسل سيوفكم وإقامة حدودكم، وجمروها في الجمع، وجعلوا على أبوابها المطاهر». بحر، والمطاهر جمع

مطهرة بكسر الميم والفتح لغة، وهو كل إناء يتطهر به كما في «المصباح». والمراد بالحرمة كراهة التحريم؛ لظنية الدليل. وعليه فقوله: «وإلا فيكره» أي تنزيها، تأمل.

- وفي البحر الرائق:

قَوْلُهُ: (وَيَصُفُّ الرِّجَالَ ثُمَّ الصِّبْيَانَ ثُمَّ النِّسَاءُ)؛ لِقَوْلِهِ عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «ليلني مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ والنهى»......... وفي «شَرْحِ مُنْيَةِ الْمُصَلِّي»: الْمَذْكُورُ في عَامَّةِ الْكُتُبِ أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ، قِيلَ: وَلَيْسَ هذا التَّرْتِيبُ لِهَذِهِ الْأَقْسَامِ بِحَاصِرٍ لِجُمْلَةِ الْأَقْسَامِ الْمُمْكِنَةِ فَإِنَّهَا تَنْتَهِي إلَى أثني عَشَرَ قِسْمًا، وَالتَّرْتِيبُ الْحَاصِرُ لها: أَنْ يُقَدَّمَ الْأَحْرَارُ الْبَالِغُونَ ثُمَّ الْأَحْرَارُ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْعَبِيدُ الْبَالِغُونَ ثُمَّ الْعَبِيدُ الصِّبْيَانُ ثُمَّ الْأَحْرَارُ الْخَنَاثَى الْكِبَارُ ثُمَّ الْأَحْرَارُ الْخَنَاثَى الصِّغَارُ ثُمَّ الْأَرِقَّاءُ الْخَنَاثَى الْكِبَارُ ثُمَّ الْأَرِقَّاءُ الْخَنَاثَى الصِّغَارُ ثُمَّ الْحَرَائِرُ الْكِبَارُ ثُمَّ الْحَرَائِرُ الصِّغَارُ ثُمَّ الْإِمَاءُ الْكِبَارُ ثُمَّ الْإِمَاءُ الصِّغَارُ. اه

وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ مُتُونًا وَشُرُوحًا تَقْدِيمُ الرِّجَالِ على الصِّبْيَانِ مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانُوا أَحْرَارًا أو عَبِيدًا فإن الصَّبِيَّ الْحُرَّ وَإِنْ كان له شَرَفُ الْحُرِّيَّةِ لَكِنَّ الْمَطْلُوبَ هُنَا قُرْبُ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ بِالْحَدِيثِ السَّابِقِ، نعم يُقَدَّمُ الْبَالِغُ الْحُرُّ على الْبَالِغِ الْعَبْدِ وَالصَّبِيُّ الْحُرُّ على الصَّبِيِّ الْعَبْدِ وَالْحُرَّةُ الْبَالِغَةُ على الْأَمَةِ الْبَالِغَةِ وَالصَّبِيَّةُ الْحُرَّةُ على الصَّبِيَّةِ الْأَمَةِ لِشَرَفِ الْحُرِّيَّةِ من غَيْرِ مُعَارِضٍ. ولم أَرَ صَرِيحًا حُكْمَ ما إذَا صلى وَمَعَهُ رَجُلٌ وَصَبِيٌّ وَإِنْ كان دَاخِلًا تَحْتَ قَوْلِهِ: «وَالِاثْنَانِ خَلْفَهُ»، وَظَاهِرُ حديث أَنَسٍ أَنَّهُ يُسَوِّي بين الرَّجُلِ وَالصَّبِيِّ وَيَكُونَانِ خَلْفَهُ فإنه قال: فَصَفَفْت أنا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوزُ من وَرَائِنَا. وَيَقْتَضِي أَيْضًا أَنَّ الصَّبِيَّ الْوَاحِدَ لَا يَكُونُ مُنْفَرِدًا عن صَفِّ الرِّجَالِ بَلْ يَدْخُلُ في صَفِّهِمْ، وَأَنَّ مَحَلَّ هذا التَّرْتِيبِ

إِنَّمَا هو عِنْدَ حُضُورِ جَمْعٍ من الرِّجَالِ وَجَمْعٍ من الصِّبْيَانِ فَحِينَئِذٍ تُؤَخَّرُ الصِّبْيَانُ، بِخِلَافِ الْمَرْأَةِ الْوَاحِدَةِ فَإِنَّهَا تَتَأَخَّرُ عن الصُّفُوفِ كَجَمَاعَتِهِنَّ.

(كتاب الصلاة باب الإمامة)

- وفي مراقي الفلاح:

(ثم) يصف (الصبيان)؛ لقول أبي مالك الأشعري: أن النبي ﷺ صلى، وأقام الرجال يلونه، وأقام الصبيان خلف ذلك، وأقام النساء خلف ذلك. وإن لم يكن جمع من الصبيان يقوم الصبي بين الرجال. (كتاب الصلاة باب الامامة)

- وفي درر الحكام:

ويصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء والخنثى المشكل يقوم قدام النساء، والترتيب بين الرجال والصبيان سنة لا فرض، هو الصحيح.....

(كتاب الصلاة باب الامامة)

- وفي الدر المختار:

(ثم الصبيان) ظاهره تعددهم، فلو واحدا دخل الصف.

(كتاب الصلاة باب الامامة)

- وفي رد المحتار:

قوله: (ولو كان فرجة الخ) «كان» تامة، و«فرجة» فاعلها. قال في «القنية»: قام في آخر الصف في المسجد بينه وبين الصفوف مواضع خالية فللداخل أن يمر بين يديه ليصل الصفوف؛ لأنه أسقط حرمة نفسه فلا يأثم المار بين يديه. دل عليه ما ذكر في «الفردوس» برواية ابن عباس رضي الله تعالى عنهما عن النبي ﷺ أنه قال: «من نظر إلى فرجة في صف فليسدها بنفسه فإن لم يفعل فمر مار

فليتخط على رقبته فإنه لا حرمة له» أي فليتخط المار على رقبة من لم يسد الفرجة. اهـ قلت: وليس المراد بالتخطي الوطء على رقبته؛ لأنه قد يؤدي إلى قتله ولا يجوز، بل المراد أن يخطو من فوق رقبته، وإذا كان له ذلك فله أن يمر من بين يديه بالأولى، فافهم. (كتاب الصلاة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
2 جُمادی الاولیٰ 1440ھ/ 9 جنوری 2019
03362579499